جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

Qur'anic Foundations of Resistance in the Thought of Ayatollah Khamenei

Fatemeh Soltani [1] and **Syed Amer Ali Raza** [2]

1. Level 3, Karimeh Ahl al-Bayt Seminary. Email: f.soltani.110120@gmail.com

2. PhD Scholar in Quran and Educational Sciences, Al-Mustafa International University
Email: shirazisyed14@gmail.com

Article Info

Article type:
Research Article

Article history:
Received:
4 April 2026
Received in revised:
15 May 2026
Accepted:
7 June 2026
Available online:
24 June 2026

Keywords:
Resistance; Qur'an; Ayatollah Khamenei; Steadfastness; Divine Assistance; Faith; Sacrifice

ABSTRACT

This study aims to examine the Qur'anic foundations of resistance (muzāḥamat) in the thought of Ayatollah Khamenei. It seeks to analyze the concept of resistance, the factors that strengthen it, and its effects from a Qur'anic perspective as reflected in the Supreme Leader's discourse.The research is library-based and employs a descriptive-analytical method. It draws on Qur'anic verses, Hadith, and the speeches and writings of Ayatollah Khamenei.Findings: The findings reveal that resistance is a fundamental human principle and a Qur'anic concept, though the term itself does not appear explicitly in the Qur'an. Its roots lie in verses commanding steadfastness (istiqāmah). In Khamenei's view, resistance is the only path to overcoming the Islamic world's problems and constitutes a school of thought derived from divine teachings. Factors strengthening resistance include Islam and Islamic thought, faith and righteous deeds, helping God's religion, self-sacrifice, courage, and hope. These are supported by verses such as "If you help Allah, He will help you and make your feet firm" (٤٧:٧). The effects of resistance include the descent of angels (٤١:٣٠), the occurrence of social miracles (١٣:١١), and ultimate victory and historical transformation.The study concludes that resistance applies only to the front of truth, not falsehood. Islamic society must recognize its reality and conditions, strive to implement it with determination, and stand united against enemies to achieve divine promises. The research confirms that Khamenei's thought on resistance is fully aligned with Qur'anic logic.

Cite this article: Soltani & Ali Raza. (2026). Qur'anic Foundations of Resistance in the Thought of Ayatollah Khamenei

New Horizons in Quranic Studies, 2 (3), 104-125

© The Author(s).

Publisher: Al-Mustafa International University

آیت اللہ خامنہ ای کی فکر میں مزاحمت کے قرآنی مبانی*

فاطمہ سلطانی [1] اور سید عامر علیرضا [2]

CC BY

اشاریہ

یہ مقالہ آیت اللہ خامنہ ای کی فکر میں مزاحمت کے قرآنی مبانی کا جائزہ لیتا ہے۔ اس کا مقصد مزاحمت کے تصور، اس پر اثرانداز ہونے والے عوامل اور اس کے آثار کو قرآنی نقطہ نظر سے تجزیہ کرنا ہے، جیسا کہ رہبر معظم کے بیانات میں منعکس ہوتا ہے۔ تحقیق کا طریقہ کتابخانہ اور توصیفی-تحلیلی ہے، جو قرآنی آیات، روایات اور خامنہ ای کے خطبات پر مبنی ہے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزاحمت انسانی زندگی کا بنیادی اصول اور ایک قرآنی مفہوم ہے، اگرچہ لفظ "مزاحمت" قرآن میں صراحتاً نہیں آیا، لیکن اس کی جڑیں استقامت کے حکم دینے والی آیات میں ہیں۔ خامنہ ای کی نظر میں مزاحمت عالم اسلام کے مسائل سے نکلنے کا واحد راستہ ہے اور یہ الٰہی تعلیمات سے ماخوذ ایک مکتبہ فکر ہے۔ مزاحمت کو تقویت دینے والے عوامل میں اسلام اور اسلامی فکر، ایمان اور عمل صالح، دین الٰہی کی نصرت، ایثار و فداکاری، شجاعت اور امید شامل ہیں، جن کی تائید قرآنی آیات جیسے "اِن تَنصُرُوا اللهَ یَنصُرکُم وَ یُثَبِّت اَقدامَکُم" (محمد:۷) سے ہوتی ہے۔ مزاحمت کے آثار میں فرشتوں کا نزول (فصلت:۳۰)، سماجی معجزات کا وقوع (رعد:۱۱) اور فتح و تاریخ کا رخ بدلنا شامل ہیں۔ مزاحمت صرف حق کے محاذ پر لاگو ہوتی ہے، باطل پر نہیں۔ اسلامی معاشرے کو چاہیے کہ مزاحمت کی حقیقت اور شرائط کو پہچانے، اسے پرعزم طریقے سے انجام دے اور دشمنوں کے مقابلے میں متحد ہو کر الٰہی وعدوں کے حصول کے لیے کوشش کرے۔ تحقیق اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ خامنہ ای کی مزاحمت کے بارے میں فکر مکمل طور پر قرآنی منطق کے مطابق ہے

کلیدی الفاظ: مزاحمت؛ قرآن؛ آیت اللہ خامنہ ای؛ استقامت؛ نصرتِ الٰہی؛ ایمان؛ ایثار

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۶/۴/۴ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۶/۶/۷

۱. سطح سوم، مدرسۂ کریمۂ اہل بیتؑ، قم، ایران. (f.soltani.110120@gmail.com).

۲. پی ایچ ڈی، قرآن و علوم تربیتی، قرآن و حدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.
(shirazisyed14@gmail.com).

تمہید

بلاشبہ مزاحمت جیسے مفاہیم کی بنیاد، کسی حقیقت پر مضبوط ایمان اور اس کی صحیح معرفت اور اس سے گہری وابستگی میں پوشیدہ ہے، لہٰذا جن افراد کا اپنے مقصد پر ایمان کمزور ایمان اور اس کے بارے میں محدود معلومات ہوں وہ کبھی اس کی راہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور جلد ہی حوادث کے میدان سے باہر نکل جاتے ہیں۔ مزاحمت بنیادی اور فطری الفاظ میں سے ہے جس کی جڑ اور بنیاد قرآنی ہے اور قرآن کی سماجی آیات اور مفاہیم سے معنی خیز ارتباط رکھتی ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ حق و باطل کی جنگ ہمیشہ سے جاری ہے اور یہ انسانی زندگی کے کسی خاص دور تک محدود نہیں۔ قرآن میں مزاحمت کا فلسفہ، نظام تخلیق کی حفاظت اور بلندی اور ظالموں و غاصبوں کی باطل اور بے حد خواہشات کا خاتمہ بیان کیا گیا ہے۔

اسلام، صلح پسندی اور دوسروں کو آزار و اذیت سے دوری پر زور دیتے ہوئے، تمام انسانوں کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ ظلم کے قبول کرنے کو برداشت نہیں کرتا اور بہت سی آیات میں ظالموں کے مقابلے میں مزاحمت کا حکم دیتا ہے۔ ظلم کے مقابل بے حسی، ظالم کو مزید دلیر بنا دیتی ہے اور اس راستے میں ہر قدم پیچھے ہٹنا، ظالم کے ظلم میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ مزاحمت کے اصول کی ضرورت بیان کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ خداوند متعال نے قرآن کی بہت سی آیات میں اس مطلب کو بیان کیا ہے اور اسے بلندی اور حیات طیبہ اور باعزت زندگی کے بقا کے لیے ایک ناگزیر اصول قرار دے کر فرض کیا ہے اور انسان کی سعادت و خوش بختی کو اسی پر منحصر کیا ہے۔

اس مقالے میں بحث کا بنیادی مقصد قرآن کی روشنی میں رہبر معظم کے افکار میں مزاحمت کے اسباب اور اس کے آثار کا جائزہ لینا ہے۔ اس مقالے میں بحث کئی محوروں پر مرکوز ہے: ۱- مبانی اور مزاحمت اور فکر کا لغوی و اصطلاحی پہلو ۲- قرآن کے نزدیک مزاحمت کا مفہوم ۳- رہبر کے نزدیک مزاحمت کا مفہوم ۴- مزاحمت پر موثر عوامل ۵- مزاحمت کے آثار

بہت سی تحقیقات مثلاً قرآن میں مزاحمتی ادب کی بنیادیں، قرآن میں مزاحمت کا فریم ورک، قرآن کریم کی نظر سے مزاحمت کے آثار و نتائج اور اس مقالے کے موضوع سے ملتی جلتی تحریریں سامنے آئی ہیں اور ہر ایک نے اپنی جگہ مختلف زاویوں سے اس موضوع کو بیان کیا ہے۔

اس تحقیق میں رہبر کی فکر میں مزاحمت پر اثرانداز ہونے والے عوامل اور نیز مزاحمت کے آثار کو قرآنی منطق کی رو سے زیرِ تجزیہ لایا گیا ہے۔

۱-مفہوم شناسی

اس مقالے میں بیان کیے گئے مطالب کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ابتدا میں ان الفاظ مبانی، مزاحمت، اندیشہ کے معنی اور مفہوم کو بیان کیا جائے گا:

۱-۱۔ مبانی

مبانی لغت و اصطلاح میں

مبانی، مَبنیٰ کی جمع ہے جس کے معنی جگہ، عمارتیں اور بنیادیں وغیرہ کے ہیں۔ لفظ مبنا، لغت میں اساس، بنیاد، اور پایہ کے معنی میں ہیں (دہخدا، ۱۳۸۵-۱۳۹۰: ج ۲، ص ۲۷۸۲)۔ اہل لغت اس لفظ کو اصل، قاعدہ اور ضابطہ کے ہم معنی سمجھتے ہیں؛ لیکن آہستہ آہستہ یہ لفظ علوم (کلامی و فلسفی) کے کلی پیش فرضوں اور موضوعہ اصولوں اور نیز نظریات کے دلائلِ اثبات پر اطلاق ہونے لگا۔ اس تحریر میں مزاحمت کے مبنیٰ سے مراد وہ مفروضے، عقائد اور دلائل ہیں جو مزاحمت کا باعث بنتے ہیں۔

رہبر کے کلام میں مزاحمت کے بارے میں مختلف زاویوں سے اور مختلف مخاطبین کے لیے بہت سی مباحث بیان ہوئی ہیں جیسے: مزاحمت کیوں، مزاحمت کے اسباب اور مزاحمت کے آثار۔ کیونکہ ایک مقالے میں ان تمام مباحث کا آنا ممکن نہیں، اس لیے اس مقالے میں صرف مزاحمت پر اثرانداز ہونے والے بعض عوامل اور مزاحمت کے آثار کے قرآنی مبانی پر جو معظم لہ کے کلام میں بیان ہوئے ہیں، اختصار کے ساتھ بیان کریں گے (اعرابی، ۱۳۹۹: ص ۴)۔

۲-۱۔ مقاومت

مقاومت لغت و اصطلاح میں

مقاومت عربی لفظ "قَوَمَ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کھڑے ہونے اور سیدھے کھڑے ہونے کے ہیں۔ قیام اور قعود کے معنی کھڑے اور بیٹھنے کے ہیں جو کہ متضاد حالتیں ہیں (بدرخانی، ۱۴۰۰: ص ۷) مزاحمت عربی لغت میں معنی ہے: اس کے ساتھ اٹھنا اور اس کی مخالفت کرنا (بستانی، ۱۳۷۵: ص ۶۸۰)۔ فارسی عمید لغت میں مزاحمت

اسم مصدر ہے اور کسی کے ساتھ کسی معاملے میں برابری کرنا اور ضد کرنا کے معنی میں ہے۔ اسی طرح لغت نامہ دہخدا میں استقامت، برابری اور پافشاری کے معنی میں آیا ہے (آل نبی وہمکاران، ۱۴۰۰: ص ۱۰)۔

اس لفظ کا غالب معنی استقامت، پایداری اور کسی کے سامنے کھڑے ہونا ہے جو معاشرتی توازن میں خلل ڈالے (فرمی باف و دیگر، ۱۳۹۹: ص ۵)۔ اصطلاحی معنی میں استقامت، مزاحمت اور پایداری سے مراد، مطالب، مقاصد، اصول، مؤقف گیری وغیرہ پر استمرار اور ثابت قدم رہنا ہے (زمخشری، ۱۳۹۹: ص۵۳۸) راہ راست سے ہٹ کر اور کجی کی طرف مائل ہوئے بغیر، اپنے مطالب اور مقاصد کو چھوڑ کر، اور اپنے اصولی عہدوں پر سمجھوتہ کیے بغیر، جو ضروری ہے، اسے حاصل کرنے، رکاوٹوں کو دور کرنے، یا دباؤ کا مقابلہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہے اور پیچھے نہیں ہٹنا۔ (راغب اصفہانی، ۱۳۷۴: ص ۲۶۸)۔

اصطلاحی اعتبار سے مزاحمت، اصولوں پر ثابت قدمی اور پائیداری ہے جو ایک فعال جدوجہد اور مسلسل کوشش کا تقاضا کرتی ہے جس کا مقصد مخالف فریق کے رویے میں تبدیلی لانا اور اپنے موقف کا دفاع کرنا ہے۔ اسی لیے اس کا طاقت وصلاحیت سے گہرا تعلق ہے۔ مزاحمت اس معنی میں، انسان کے لیے ایک قسم کی عاملیت (agency) کو تسلیم کرتی ہے اور یہ صبر و تحمل کے معنی سے مختلف ہے جس میں خاموشی اور توقف ہے (آل نبی و دیگر، ۱۴۰۰: ص ۱۳)۔

اسی طرح لفظ مزاحمت میں ایک حکیمانہ معنی بھی ملحوظ ہے کہ " فاوَمَ الحقُّ الباطلَ" یعنی حق کا محاذ باطل کے محاذ کے سامنے مزاحمت اور استقامت شروع کر دی، لیکن یہ نہیں معلوم کہ باطل کا محاذ میں بھی اتنی ہی برداشت اور تحمل ہے اور مزاحمت کرتا ہے؟ بہر حال مزاحمت کی کارروائی اہلِ حق کی طرف سے پوری قوت سے شروع ہوتی ہے اور کبھی کم نہیں ہوگی، خواہ باطل کا محاذ مزاحمت کرے یا نہ کرے (قدیمی نژاد، ۱۳۹۹: ص ۵)۔

۳-۱۔ اندیشہ (فکر)

اندیشہ لغت واصطلاح میں

فکر، اسم مصدر ہے جو اندیش سے + ہ سے بنا ہے۔ اسم مصدر، حاصل مصدر ہوتا ہے۔ جس طرح نوحہ کا نتیجہ آہ وبکا ہے، اسی طرح فکر سوچنے کا حاصل ہے۔ لیکن فارسی زبان میں فکر کے مختلف معانی ہیں۔ فرہنگ فارسی میں برہان قاطع، ہم پیشہ کے وزن پر فکر اور خیال کے معنی میں ہے، اسی طرح خوف و بیم کے معنی میں بھی آیا ہے (برہان،

۱۳۸۰: ج ۱، ص ۹۳)۔ لغت نامہ دہخدا میں فکر، تدبیر، تامل، خیال اور نظر وغیرہ کے معنی میں ہے (دہخدا، ۱۳۸۵-۱۳۹۰، ج ۲، ص ۲۵۸ و ۱۵۰)۔ اصطلاح میں فکر سے مراد انسان کی ذہنی کاوش، اور غور و فکر ہے جو منطق طور پر مربوط ہو، اس کی بنیاد اور فریم ورک ہو، اور جائز اور اہم ہو۔ (فوزی تویسرکانی، ۱۳۹۰: ص ۱۵)۔ موجودہ تحقیق میں اندیشہ اور فکر سے مراد دراصل وہی لغوی معنی ہے جو سوچنے کا نتیجہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں، یہ تحقیق مقامِ معظم رہبری کے حق و باطل کے مقابلے کے بارے میں سوچنے کے حاصل کو جمع اور مرتب اور ان کے منتخب کردہ راستے (مزاحمت) اور مزاحمت پر اثرانداز ہونے والے بعض عوامل اور اس کے آثار کی وضاحت کرنے کی کوشش ہے۔

۲ - قرآن کی نظر میں مزاحمت کا مفہوم

لفظ "مزاحمت" صراحتاً قرآن میں نہیں آیا۔ اسلامی ثقافت میں مزاحمت کا استعمال اور لغوی و تفسیری جائزہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ "مزاحمت" ایک مقامی لفظ ہے جس کی بنیاد قرآنی ہے (زاہدی تیر و همکاران، ۱۳۹۸: ص ۲) قرآنی اصطلاح اور ثقافت میں مزاحمت سے مراد استقامت، اس حالت کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص کاموں کی انجام دہی اور معاملات کی عملی شکل کے لیے ایسے اقدامات کرتا ہے جن میں تقاضوں کو پورا کرنا اور موانع کو ختم کرنا اور دباؤ کا سامنا کرنا شامل ہے۔ قرآن اور دینی تعلیمات کی رو سے مزاحمت انسانی زندگی کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے جس کے بغیر انسان کی زندگی ذلت آمیز بن جاتی ہے۔ قرآن کی نظر میں ذلت کا قبول کرنا ایک قبیح اور مذموم رویہ ہے۔ ہر چیز کو اپنے بقا کے لیے نگہداشت اور تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ قیمتی انسانی علم مسلسل اجنبیوں کے حملے اور جارحیت کے خطرے میں رہتا ہے، اس لیے ان بے خطرات کے خلاف مزاحمت کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً سورہ حم سجدہ (فصلت) آیت ۳۰

" إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ "

بہرحال، قرآنی آیات میں جو مزاحمتی پالیسی بیان ہوئی ہے ایک اہم اور بنیادی پالیسی ہے اسلامی معاشرے کو چاہیے اپنے آپ کو اس سے آراستہ کرے اور اس کے اصول، طریقہ کار اور اسلوب سے آگاہ ہو کر انہیں بروئے کار لائے۔ یقیناً مزاحمتی پالیسی تمام شعبوں جیسے بین الاقوامی سیاست، داخلی سیاست اور معاشی، ثقافتی، عسکری،

فکری وغیرہ شعبوں میں بڑے مقاصد اہداف کے حصول کے لیے ایک مناسب طریقہ کار ہو سکتی ہے۔ مزاحمتی پالیسی میں جو لچک اور نرمی اختیار کی گئی ہے وہ دباؤ سے چھٹکارے اور رکاوٹوں کو دور کرنے کے طریقہ کار کے طور پر بہت مفید اور تعمیری ہے۔ اس پالیسی کا استعمال آج کی دنیا میں جہاں دشمن مزاحمت کو ختم کرنے کے لیے سب سے بڑا اور شدید دباؤ ڈال رہے ہیں، بہت تعمیری اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے۔

سورہ مبارکہ مؤمنون کی آیت ۷۱ " وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ۔۔۔" ان قرآنی آیات میں سے ہے جو مزاحمت کے فلسفے پر دلالت کرتی ہے۔ اگر باطل تحریک کی ناحق خواہشات کے مقابلے میں مزاحمت نہ کی جائے تو یہ تحریک ، حق کو اپنی خواہشات کا تابع کرنا چاہیں گے نہ کہ خود کو حق کے تابع اور اگر ایسا ہو جائے تو تخلیق کا نظام جو حق پر مبنی ہے، بکھر جائے گا اور آسمان و زمین بربادی کی طرف چلے جائیں گے اور کائنات میں جو کلی قوانین موجود ہیں، سب کی خلاف ورزی ہو جائے گی، کیونکہ خواہشات کی کوئی معین حد نہیں اور نہ وہ کسی جگہ پر ٹھہرتی ہیں (داد درویش، ۱۴۰۰: مقدمہ)۔

ان آیات سے قطع نظر جو استقامت کی دعوت دیتی ہیں، قرآن کی صفات سے ابھرنے والا مضبوط موضوع ایک ایسی ثقافت کو جنم دیتا ہے جو دوسری ثقافتوں اور مکاتب سے بے نیاز ہے اور ان کے مقابلے میں مزاحم اور ناقابل تسخیر ہے۔ اس عزیز کتاب پر ایمان رکھنے والے، ایمان اور اس کی تعلیمات سے وابستگی کی شرط پر، خود بھی حریف ثقافتوں کے مقابلے میں عزیز اور مزاحم بن جاتے ہیں (بہمنی، ۱۳۹۹: ص ۲۲)۔

حق و باطل کا معرکہ عرصہ دراز سے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ حق و باطل کے محاذوں کی کشمکش میں بعض اوقات باطل ظاہری برتری رکھتا ہے۔ یہ ظاہری برتری اور بالادستی، کبھی حق کے محاذ کے ذہن میں سنگین سوالات پیدا کرتی ہے۔ سوالات جیسے: دشمنوں کی وسیع تعداد کے مقابلے میں مزاحمت کریں یا ہتھیار ڈال دیں؟ کیا بنیادی طور پر بہت طاقتور دشمنوں کو شکست دینا ممکن ہے؟ کیا استقامت کے لیے یہ ساری قیمت ادا کرنا قابلِ قدر ہے؟ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا؟ یہ سوالات پیغمبر (ص) کے دورِ حکومت میں بھی موجود تھے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی بہت سی آیات ان سوالات کے جواب میں نازل فرمائیں۔ آگے ہم قرآن کی آیات کی بنیاد پر ان سوالات کے جوابات دیں گے۔

۳-رہبر کی نظر میں مزاحمت کا مفہوم

اسلامی انقلاب کی فتح کے بعد، " مزاحمت "کی گفتگو کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قومی مفادات کے حصول اور تحفظ کے لیے اسلامی جمہوریہ ایران کی حکمت عملی سازی میں سب سے زیادہ موثر اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کے طور پر اٹھایا گیا۔(افتخاری و دیگران، ۱۳۹۹: ص۳۱) اسی بنیاد پر ہم اس حصے میں رہبر معظم کی نظر میں مزاحمت کے تصور کی وضاحت کریں گے۔

معظم لہ اس بارے میں فرماتے ہیں: آج کی دنیا میں، مقابلہ آرائیاں نسل، زبان، سرمایہ، سیاست وغیرہ کی بنیاد پر ہوتی ہیں؛ لیکن اسلامی ثقافت میں مقابلہ آرائی اسلام اور کفر، اسلام اور استکبار، اسلام اور استثمار اور استعمار، عدل اور ظلم، مشورت اور استبداد میں ہے۔(امام خامنہ ای، بیانیہ گام دوم انقلاب خطاب بہ ملت ایران، ۹۷/۱۱/۲۲، https://khl.ink/f/41673). استکبار کیا ہے؟ استکبار ایک قرآنی تعبیر ہے؛ قرآن میں استکبار کا لفظ استعمال ہوا ہے؛ مستکبر انسان، مستکبر حکومت، مستکبر گروہ، یعنی وہ لوگ اور وہ حکومت جو دوسرے انسانوں اور قوموں کے معاملات میں مداخلت کرتی ہیں، اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ان کے تمام کاموں میں مداخلت کرتی ہیں، اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہیں، قوموں پر تحمیل کرنے کا حق اپنے لیے رکھتی ہیں، دوسرے ممالک کے معاملات میں مداخلت کا حق اپنے لیے رکھتی ہے، اور کسی کے سامنے جواب دہ بھی نہیں؛ یہ مستکبر کا معنی ہے۔اس ظالم و ستمگر محاذ کے مقابل میں، وہ گروہ ہیں جو استکبار سے لڑتے ہیں؛ استکبار سے لڑنے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی پہلے درجے میں اس زور گوئی اور زبردستی میں نہ آنا؛ استکبار ستیزی کا مطلب کوئی پیچیدہ نہیں؛ استکبار ستیزی کا مطلب ہے کہ ایک قوم استکبار پسند انسان یا مستکبر حکومت کی مداخلت طلبی اور طاقت کے نفاذ کے نیچے نہ جائے؛ یہ ہے استکبار ستیزی کا معنی۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات دانش آموزان و دانشجویان، ۱۳۹۲/۸/۱۲، https://khl.ink/f/24378)

انہوں نے ۱۳ آبان کی طلبہ و دانشجویان سے ملاقات میں (نظریۂ مزاحمت) کی نظری و عملی تشریح کی وضاحت انقلابی قوتوں کے فرائض میں سے ایک سمجھا۔ اور اس کی تشریح کو استکبار اور اس کی سلطنت طلبی کے مقابلے میں ایک بند کے مانند بیان کیا۔ اسی طرح فرمایا: ۱- استکبار ستیزی، ۲- دنیا کی سطح پر کفر و نفاق کی تحریک کے مقابلے میں قاطع استقامت اور ۳- انقلاب اور دین کے دشمنوں سے شفاف حد بندی، بنیادی معیار ہیں؛ جو کوئی انقلاب

اور دین کے دشمنوں سے شفاف حد بندی نہیں کرتا، وہ اپنی قدر کو کم کر لیتا ہے اور اگر ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو نظام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ (امام خامنہ ای، ملاقات اجتماعی از اعضای بسیجی ہیئت ھای علمی دانشگاہھا با رہبر انقلاب، ۲/۴/۱۳۸۹، https://khl.ink/f/9638)

درحقیقت رہبر کی فکر میں مزاحمت، کو تحریک کا ایک راستہ اور ایک مکتبہ فکر کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو الٰہی تعلیمات سے ماخوذ ہے اور انبیاء و ائمہ کی پیروی میں نظامِ سلطنت کے مقابلے میں اسلامی ثابت اور بنیادی اقدار کے تحفظ پر زور دیتی ہے۔

۴- قرآنی منطق کیساتھ رہبر کے نقطۂ نظر سے مزاحمت کو تقویت دینے والے عوامل

مزاحمت کا جذبہ رکھنے کے لیے ان عوامل کی شناخت ضروری ہے جو اسے تقویت دیتے ہیں؛ بنابراین قرآن میں بیان ہونے والے عوامل میں سے بعض اہم ترین کی طرف اشارہ کیا جائے گا:

۴-۱- اسلام اور اسلامی فکر

مقام معظم رہبری مزاحمت اور ایستادگی کو اسلام اور اسلامی فکر کا نتیجہ بیان کرتے ہیں (بدرخانی، ۱۴۰۰: ص ۲۶۹)۔ اسلام جوانوں کو پایداری و استقامت دیتا ہے۔ جسے آٹھ سالہ جنگ اور خود انقلاب میں آزمایا گیا۔ دیکھا گیا کہ اسلام سے محبت کس طرح جوانوں کو استقامت کے ساتھ میدان میں ثابت قدم رکھتی ہے؛ لوگوں کو دشمن کی بظاہر ناقابلِ شکست فولادی دیوار کے مقابلے میں استقامت پر آمادہ کرتی ہے اور اس دیوار کو گرا دیتی ہے۔ اور اس مزاحمت کا نتیجہ ایرانی قوم کی عزت و وقار بتاتے ہیں: «ایرانی قوم کے تمام طبقات کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی اسلامی حیثیت اور اپنے انقلاب کے وقار کو پہچانیں اور اسے برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ اسلام نے ہماری قوم اور ملک کو بہت عزت و وقار سے نوازا۔» (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات جمعی از مسئولین، قضات و کارکنان قوۂ قضائیہ، ۷/۴/۶۸، https://khl.ink/f/2117) اور اسی طرح ایک اور جگہ سورہ منافقون آیت ۸ کی روسے فرمایا: " وللّٰہ العزّۃ و لرسولہ و للمؤمنین "عزت، مومن سے متعلق ہے؛ کیونکہ مومن وہی ہے جو پوری طرح، ہر اس چیز کے مقابلے میں جس سے شیطنت، ظلم اور فساد کی بُو آئے، استقامت دکھاتا ہے اور صرف اللہ کی بندگی کرتا ہے اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتا۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات اقشار مختلف مردم، ۱/۹/۱۳۶۸، https://khl.ink/f/2224)

۴-۲۔ایمان اور عمل صالح

دینی تعلیمات میں، کائنات کی تخلیق کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دنیا میں انسان کو زندگی کا ایسا نمونہ اختیار کرنا چاہیے جو اندرونی صلاحیتوں کو فعلیت بخشنے اور ظہور کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرے اور اندرونی و بیرونی رکاوٹوں اور دباؤ کے مقابلے میں مزاحمت کر سکے؛ کیونکہ اسلامی تعلیمات کے میں، اگرچہ انسان تمام فطری صلاحیتوں کا مالک ہے، لیکن اسے بندگی، ایمان اور عمل صالح کے تناظر میں ان کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیے۔(بقرہ، ۳۱؛ ذاریات، ۵۶) (حمزہ ای و دیگر، ۱۳۹۹: ص ۲۲)۔جو شخص ملک و ملت، عدل و سچائی کے دفاع کی راہ میں اور عالمی طاقت مراکز کے تجاوز، جارحیت، غنڈہ گردی کے مقابلے میں استقامت کے لیے میدان میں آتا ہے، وہ (انسانی) اقدار کی جنگ لڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اسے نہ جانتا ہو اور گمنام مرے اور گمنام رہے، تو آسمانوں کے ملکوت میں الٰہی فرشتے اسے اپنی انگلیوں سے نشاندہی کرتے ہیں؛ وہ نہیں مرتا: " **ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا** " (آل عمران، ۱۶۹) انہیں مردہ نہ سمجھو؛ یہ زندہ و جاوید اور سرچشمۂ الہام ہیں۔

جب یہ جذبہ کسی فوج میں پیدا ہو جائے تو وہ ناقابلِ شکست ہو جاتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ جوانوں نے، جو ایمان سے لیس لیکن پیچیدہ اور جدید آلات سے کے بغیر، لبنان میں وہ کچھ کر دکھایا جو عرب کے مسلح لشکر نہ کر سکے؛ یعنی اسرائیل کی جدید آلات سے مسلح فوج پر غالب آگئے اور یہ ذلت و رسوائی ان کی پیشانی پر لکھ دیا۔ ان کے پاس نہ ایٹم تھا، نہ جدید ٹینک، نہ ہی جدید ترین طیارے تھے؛ ایمان کے ہتھیار، خود اعتمادی اور خدا کی عظیم طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے، اپنے ابتدائی ہتھیاروں کو ایسا استعمال کیا کہ جدید ہتھیاروں سے لیس لشکر ان کے مقابلے میں تاب نہ لا سکا۔ پوری تاریخ اسلام میں مومنین کی فتح کا یہی راز رہا ہے۔ صرف ایمان کافی نہیں؛ ایمان کے ساتھ عمل صالح لازمی ہے۔ عمل صالح کا ہر جگہ اور ہر میدان میں ایک معنی ہے۔ جب ایک قوم کو خطرہ لاحق ہو، عمل صالح یہ ہے کہ انسان دشمنوں کے خطرے کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں۔ اپنے وسائل کو متمرکز کریں؛ اپنی تمام قوت اور صلاحیت کو بروئے کار لائیں؛ علم و عمل اور ابتکار و شجاعت کو یکجا کریں، اور جابر اور جارح دشمن کے خلاف کھڑے ہوں اور مزاحمت کریں۔

جب ایمان کے ساتھ عمل صالح ہو تو انسان نقصان سے نجات پا جاتا ہے۔ تب قومیں کامیاب ہوتی ہیں۔(امام خامنہ ای، بیانات مشترکہ تقریب طلبہ یونیورسٹی ہائے افسری فوج، ۲۲/۷/۸۳، https://khl.ink/f/3254)

۴-۳- دینِ الٰہی کی نصرت

قرآن مجید کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا ماننا ہے کہ دین الٰہی کی فتح استحکام، استقامت اور استقامت کا سبب ہے۔

آپ قرآنی آیات کے استناد سے دینِ الٰہی کی نصرت کو ثابت قدمی اور استقامت کا موجب سمجھتے ہیں (بدرخانی، ۱۴۰۰: ص ۳۰۶) اور فرماتے ہیں: عوام کس طرح کے نعرے لگا رہے ہیں؟ صراط مستقیم پر کھڑے ہونے کے اور انقلاب کے سیدھے راستے پر استقامت کے نعرے- ہر جگہ ایک جیسا ہے- پورے ملک میں استقامت کے نعرے ہیں؛؛ یعنی لوگ ۲۲ بہمن کے مارچ کے ذریعے یہ حقیقت دکھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا کر دیا ہے کہ فرمایا: " اِن تَنصُروا اللهَ يَنصُركُم وَ يُثَبِّت اَقدامَكُم "(محمد:۷)۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قدموں کو جما دیتا ہے؛ تمہارے قدم مضبوط رکھتا ہے؛ تمہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں ہونے دیتا۔ ایرانی قوم کے بارے میں یہ خدائی وعدہ پورا ہو چکا ہے تم نے اللہ کے دین کی مدد کی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں استقامت بخشی ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا، قرآن کی آیت شریفہ فرماتی ہے: " اِن تَنصُروا اللهَ يَنصُركُم وَ يُثَبِّت اَقدامَكُم "اگر تم اللہ کی مدد کروگے یعنی اللہ کے دین کی مدد کروگے، تو دو نتائج نکلیں گے۔: اول " يَنصُركُم " خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اور دوسرا " وَ يُثَبِّت اَقدامَكُم یعنی تمہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں ہونے دیگا۔ اور جان لو کہ اللہ کی توفیق سے امریکا اور عالمی استکبار کے ایران، اسلامی جمہوریہ اور ایرانی قوم کے خلاف جو اہداف ہیں وہ جلد یا بدیر شکست سے دوچار ہوں گے اور جان لو کہ ایرانی قوم تمام شعبوں اور میدانوں میں بدخواہوں اور حاسدوں کی آنکھوں کے سامنے انشاءاللہ اپنی فتح کا جشن منائے گی۔» (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات مردم آذربایجان شرقی، ۲۸/۱۱/۹۲، https://khl.ink/f/25363)

۴-۴۔ ایثار وفداکاری

رہبر معظم فداکاری اور ایثار کو مزاحمت کے بنیادی تقاضوں اور فتح کے اہم اسباب میں شمار کرتے ہیں (بدرخانی، ۱۴۰۰: ص۳۰۷): ایثار کے اس سلسلے نے ہمارے ملک کو آج اس مقام پر پہنچایا ہے۔ کیا کبھی یہ تصور کیا جا سکتا تھا کہ کوئی قوم، خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، عالمی طاقتوں کی حمایت کے بغیر، اپنے دفاع، تعمیر، آزادی اور دشمنوں کے شدید دباؤ کے باوجود جدوجہد کے میدان میں استقامت کر سکے اور روز بروز دشمنوں کو حیران تر بنادے؟

کیا ممکن تھا کہ ان گذشتوں، ان ایثاروں اور ان فداکاریوں کے بغیر ہم اس مقام تک پہنچ جاتے؟ آپ میں سے ہر ایک جو یہاں ہے؛ چاہے عزیز آزادگان، چاہے وہ جو ابھی تک قید میں ہیں، چاہے آپ کے خاندان، چاہے آپ کی اولاد، چاہے آپ کے باپ اور مائیں، چاہے آپ کی بیویاں، چاہے شہداء کے خاندان، چاہے جانبازوں کے خاندان، چاہے شہداء کی اولاد، اور وہ تمام لوگ جنھوں نے کسی نہ کسی طرح اپنے جسم و جان سے مصائب برداشت کیے،، ایثار گر اور حمایت کرنے والے، ہر ایک نے اپنے اپنے حصے میں ایرانی قوم کے اس عظیم، نہ ختم ہونے والے اور بے مثال ذخیرے کے وجود میں آنے میں حصہ لیا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک اگر یہ فداکاری جو آپ نے کی، نہ کرتا؛ یہ صبر جو آپ نے کیا، نہ کرتا؛ تو یہ مجموعہ جو آج ایرانی قوم کے اختیار میں ہے، وجود میں نہ آتا اور یہ کامیابیاں ممکن نہ ہوتیں۔ یہ قرآن کا درس ہے۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات جمعی از ایثارگران و خانوادہ ہائے شہداء، ۲۹/۵/۷۶، https://khl.ink/f/2849)

قرآن کی بعض آیات بھی معظم لہ کے ان بیانات کی تائید کرتی ہیں۔ جیسے سورہ احزاب آیت ۳۹ کہ جس میں انبیاء الٰہی کی فداکاریوں کی طرف اشارہ کیا گیا۔ پیامبران نے ثابت قدمی سے غلط روایات اور نامناسب سماجی تعلقات کا مقابلہ کرتے ہوئے اور اس راہ میں ایثار و قربانی سے معاشرے کی اصلاح کی اور درپیش مشکلات اور پریشانیوں کے خوف اور اندیشے کی پرواہ کیے بغیر اپنے سنگین الٰہی فرائض کو انجام دیا، "الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسالاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ وَكَفى بِاللَّهِ حَسِيباً" (احزاب:۳۹)۔

یعنی (یہ سنت الٰہی ان کے حق میں ہے) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

۴-۵۔ شجاعت

معظم لہ کے شجاعت کے بارے میں بیانات میں سے ایک ان کی ۱۳۸۲ میں امام خمینی کے چودھویں برسی کے منتظمین سے ہونے والی ملاقات میں جہاں انہوں نے فرمایا: امام (رح) کا طرز فکر خوف کے بالکل مخالف تھا۔ قرآن بھی ہمیں خوف سے باز رکھتا ہے اور فرماتا ہے: " انّما ذلکم الشیطان یخوّف اولیائه "(آل عمران:۱۷۵) جو بھی تمہارے دلوں میں خوف ڈالتا ہے، وہ شیطان ہے۔ شیطان کس کو ڈرا سکتا ہے؟ مومن انسان کو نہیں ڈرا سکتا۔ مومن جو دشمن کے القاء سے نہیں ڈرتا۔ " **یخوّف اولیائه** " اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے۔ جو لوگ شیطان کے تابع ہیں، وہ یقیناً خوف زدہ ہونگے شیطان کے وسوسے سے جو چاہتا ہے کہ ان کے دلوں میں خوف پیدا کرے۔ پھر فرماتا ہے: " **فلا تخافوهم** " دشمن سے مت ڈرو؛" **و خافون إن کنتم مؤمنین** " اگر مومن ہو تو دشمن سے ہرگز نہ ڈرو؛ مجھ سے ڈرو جو راہ، ہدف، منزل اور ذریعہ تمہیں بتاتا ہوں اور تمہیں طاقت و قوت بھی دی ہے۔ اس قوت کو جو اللہ نے تمہارے سپرد کی ہے، اس کا انکار مت کرو اور اس سے استفادہ کرو؛ یہی شجاعت کا معنی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں: " **فلا تخشوهم و اخشون** "(مائدہ:۳) متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے کہ دل میں خوف مت آنے دو۔ اگر کسی سے ڈرنا ہے تو اللہ سے ڈرو جس نے تم پر ایک فریضہ ڈالا ہے اور اس پر سوال کرے گا۔ وہ طاقت جو اللہ نے تمہیں عطاء کی ، اسے اسی ہدف تک پہنچنے کے لیے استعمال کرو جو اس نے معین کیا ہے۔ اگر ہم اپنی طاقت کو نہ پہچانیں یا اسے استعمال نہ کریں، یا سب سے بری بات ہم اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور دشمن سے ڈرتے ہیں کیونکہ ہم نے یہ الٰہی ہتھیار استعمال نہیں کیا، تو کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قبول فرمائے گا؟ ہرگز نہیں۔ امام کے ابدی دروس میں سے یہ ہے۔۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات اعضائے ستاد بزرگداشت چهاردهمین سالگرد رحلت امام خمینی(ره)، ۸۲/۳/۳، https://khl.ink/f/29821)

۴-۶۔ امید اور اعتماد

آپ امید اور اعتماد کو بھی مزاحمت پر اثر انداز ہونے والے اہم عوامل کے طور پر شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: جو چیز جنگجو کو، مجاہد کو میدان میں ثابت قدم رکھتی ہے، وہ امید ہے؛ اسے امید ہونی چاہیے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ

وہ فتح تک پہنچ سکتا ہے۔ اس امید کو زندہ رکھنا چاہیے۔ کامیابی کا بنیادی سبب عوام کی عملی شرکت، امید اور اطمینان ہے۔ یہ امید لوگوں میں مضبوط ہونی چاہیے۔ عوام کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ عوام کو مایوسی یا بداعتمادی کا شکار نہ کیا جائے۔

قرآن کریم میں دیکھیں: " **الذین قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم** "جب کچھ لوگوں نے ان (مومنین) سے کہا: لوگ تمہارے خلاف جمع ہوئے ہیں پس ان سے ڈرو" (آل عمران:۱۷۳) یہ دشمن کی طرف سے ہے؛ ڈرو- " **قد جمعوا لكم فاخشوهم** "- دشمن کی طرف منسوب ہے- دوسری آیت: " إنما ذلك الشيطان يخوف أولياء" یہ (خبر دینے والا) شیطان ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے "(آل عمران:۱۷۵) (شیطان) ڈراتا ہے۔ " **لئن المدينه المنافقون والذين في قلوهم مرض والمرجفون في المدينة لتغرينك بهم** "اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں پھیلاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے خلاف اٹھائیں گے" (احزاب:۶۰) دیکھیے، یہ ہیں۔ یعنی لوگوں کو خوفزدہ کرنا قابل مذمت ہے۔ لوگوں کو مایوس کرنا، لوگوں کو غیر محفوظ بنانا قابل مذمت ہے۔ اس کے مقابل، اس کے برعکس ہے" **والعصر إن الإنسان لفی خسر إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر** "قسم ہے زمانے کی۔ انسان یقیناً خسارے میں ہے ۔سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور جو ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے ہیں اور صبر کی تلقین کرتے ہیں" (عصر:۱-۳) ایک دوسرے کو صبر، استقامت، حق کی پیروی کی نصیحت کریں؛ ایک دوسرے کو تھامے رکھیں۔" **والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض** "اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔" (توبہ:۷۱) اولیاء یعنی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور پیوستہ لوگ۔ یہ ہمارا فریضہ ہے۔ لہٰذا اس امید و اطمینان کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ (امام خامنہ ای، ملاقات اعضائے مجلس خبرگان رہبری، ۸۹/۶/۲۵، https://khl.ink/f/10141)

۵ -رہبر کے نقطۂ نظر سے قرآن کے منطق کے ساتھ مزاحمت کے آثار

مقام معظم رہبری مزاحمت اور راہِ حق میں استقامت کے مختلف آثار بیان کرتے ہیں جن میں سے اس حصے میں تین کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۵-۱۔ فرشتوں کا نزول

معظم لہ قرآنی آیات کی روسے فرشتوں کے نزول اور روحی ونفسیاتی اعتبار سے ایک نہ ختم ہونے والے پشت پناہ کے حصول اور خوف و غم کے رفع کو مزاحمت کے انفرادی نتائج میں شمار کرتے ہیں: " إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا "(فصلت:۳۰) جس نے بھی پایداری واستقامت دکھائی، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں؛ یعنی اسی دنیوی زندگی میں، اعلیٰ ملکوت سے ان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے؛ یعنی روحی، فکری اور نفسیاتی لحاظ سے ایک لازوال ذخیرہ حاصل کر لیتے ہیں اور کوئی خوف وخطرہ اور غم ان پر سایہ نہیں کرے گا۔ ان خطرات کے مقابلے میں خوف جو ممکن ہے اس راہ میں انسان کو لاحق ہو۔

جب انسان کو خوف نہ ہو، تو وہ زیادہ بہادر، زیادہ طاقت اور بہتر جذبے کے ساتھ اس راہ میں آگے بڑھتا ہے اور ہدف کے قریب تر ہوتا ہے۔ جب انسان کو رنج و غم نہ ہو، تو اس لیے کہ وہ کوئی چیز کھو نہیں رہا ہوتا۔ اولاً اس راہ میں بہت سی کامیابیاں ہیں؛ ثانیاً اگر انسان کوئی چیز کھو بھی دے، چونکہ وہ اپنے فرض اور الٰہی تکمیلِ وظیفہ کی راہ میں ہے، اس کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے۔

جب انسان کو رنج و غم محسوس نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کھوتا۔ سب سے پہلے، اس راہ میں بہت سی کامیابیاں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ کھو بھی دے کیونکہ وہ فرض کی راہ میں ہے اور خدائی کام کی تکمیل میں ہے تو اس کا ضمیر مطمئن ہے۔(امام خامنہ ای، ملاقات کارگزاران نظام، ۸۰/۹/۲۱ ، https://khl.ink/f/10881)

۵-۲۔ مزاحمت اور سماجی معجزے کا وقوع

آپ سماجی معجزات کا وقوع بھی مزاحمت اور قوم کی تحرک کے آثار میں شمار کرتے ہیں اور سورہ رعد آیت ۱۱ کے استناد سے فرماتے ہیں: سماجی معجزات، عصاء موسیٰ کے اژدہا بننے کے معجزے کے برعکس ہیں؛ کیونکہ اس قسم کے معجزات کا انسان کی مرضی سے کوئی تعلق نہیں؛ لیکن سماجی معجزات براہِ راست انسانوں کی مرضی سے تعلق رکھتے

ہیں: " إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ "اللہ کسی قوم کا حال یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔" (رعد:۱۱) جب کوئی قوم فیصلہ کر لے، ارادہ کر لے، اقدام کرے، اپنے ہدف کے مطابق قدم اٹھائے، تب سماجی معجزہ رونما ہوتا ہے۔ البتہ سماجی تبدیلیوں میں محض حق پر ہونا کافی نہیں۔

کئی بار باطل کی لہریں آتی ہیں اور حق کو روند دیتی ہیں اور گزر جاتی ہیں۔ حق پر ہونے کے ساتھ عملی اقدام، مظبوط ارادہ اور مسلسل جدوجہد اور استقامت اس معجزے کو حقیقت بخشنے کے لیے ضروری ہے ۔ یہ پایداری، یہ استقامت، یہ فیصلہ اور یہ فداکاری ہمارے معاشرے اور ملک میں اسی اخلاص، بصیرت کی بدولت ہے جو آج ہمارے ملک کے مومن اور بسیجی نوجوانوں میں نمایاں ہے، جس کی ایک قابل قدر مثال ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جو اس عظیم اور ناقابلِ یقین واقعے سے بھی بڑھ کر ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ کا نظام اپنے گرد و پیش کی تمام طوفانی اور دشمنانہ لہروں کے باوجود، قائم رہا بلکہ ترقی بھی کی۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات بسیجیان استان ہمدان، ۱۶/۴/۸۳، https://khl.ink/f/3241)

۵-۳۔ مزاحمت اور فتح کا حصول و تاریخ کا رخ بدل جانا

آپ مختلف واقعات اور تاریخی دستاویزات و تجربات کی روشنی میں، فتح کو قوموں کی مزاحمت کا یقینی نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: « ہم یقین رکھتے ہیں کہ مسلمان قومیں، دنیا کے جس کونے میں بھی ہوں، اگر وہ اسلام اور اس کی نصرت کے لیے استقامت کا فیصلہ کر لیں تو ضرور فتح یاب ہوں گی۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے دنیا کے کسی بھی مقام پر ہوں عدل کا دفاع کریں، عدل کی بات کریں، ظلم کے مقابلے میں کھڑے ہوں اور اسلام کا دفاع کریں-وہ اسلام جو مظلوموں اور کمزوروں کا حامی ہے۔

دنیا کی طاقتیں جو ہر جگہ غالب ہیں، اپنی طاقت کو افسانوی بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کی طاقت کی حقیقت اس سے بہت مختلف ہے۔ اگر امریکا اس طاقت کا حامل ہوتا جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے، تو آج فلسطینی جدوجہد کا کوئی نشان نہ ہوتا۔۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ فلسطینی عوام کی جدوجہد دن بدن آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ فلسطینی جن کو سردی کے اس موسم میں اپنے گھروں سے نکال دیے گیا، انہوں نے غاصب صہیونی حکومت کے لیے مشکل ترین مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ مضبوط ہیں اور غالب رہیں گے بشرطیکہ وہ صبر کریں۔

غاصب اور خبیث اسرائیلیوں نے اس عمل سے بہت بڑی غلطی کر دی ہے اور خود کو کئی جہتوں سے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ آج وہ جس طرف بھی جائیں، شکست کھائیں گے۔ آج وہ جو بھی کریں، شکست کا سامنا کریں گے۔ اگر فلسطینیوں کو واپس بھیجیں تو شکست کھائیں گے۔ اگر انہیں روکے رکھیں تو شکست کھائیں گے۔ اگر انہیں پھانسی دیں تو شکست کھائیں گے۔ اگر قید کریں تو شکست کھائیں گے۔ البتہ اس شرط کے کہ فلسطینی مجاہدین تھکیں نہیں؛ مزاحمت کریں اور کھڑے رہیں اور اپنی بات سے پیچھے نہ ہٹیں۔ دشمن کمزور ہے۔ قوموں سے لڑنے والے تمام دشمن کمزور ہیں۔ (امام خامنہ ای، بیانات ملاقات مہمانان خارجی شرکت کنندہ در مراسم بزرگداشت دہہ فجر، ۱۸/۱۱/۷۱، https://khl.ink/f/2653)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ مزاحمت کا نتیجہ اپنے وقت اور ظرف میں آرزوؤں کی تکمیل اور اس کے نتیجے میں تاریخ کے راستے کی تبدیلی اور عملی جامہ ہے: «اگر آپ ہماری عزیز قوم، نیک جذبے، قوت اور عزم کے حامل نوجوانو، جس راہ پر چل رہے ہیں اس راستے پر ثابت قدم رہیں، تو شک نہ کریں کہ اپنے وقت میں، مناسب وقت پر، ایرانی قوم کی تمام آمال و آرزوئیں اور نعرے، نہ صرف اس ملک کے بارے میں بلکہ دنیائے اسلام، امتِ مسلمہ اور انسانی معاشرے کے بارے میں، پورے ہو جائیں گے۔ ہر کام کا ایک دور ہوتا ہے، ایک وقت ہوتا ہے؛ مناسب وقت پر یہ آرزوئیں پوری ہوں گی۔ ایرانی قوم اپنی مطلوبہ منزل کی جانب گامزن ہے، مسلسل کوشش کر رہی ہے، اور بالآخر اپنے مقصد تک پہنچ کر رہے گی۔ اس کا راستہ مزاحمت کرنا ہے۔

اس وقت کیا ہو گا؟ دنیا کی تاریخ کا راستہ بدل جائے گا؛ تاریخ کا راستہ تبدیل ہو جائے گا۔ آج تاریخ کا راستہ ظلم کا راستہ ہے؛ زور زبردستی اور زیر تسلط آ جانے کا راستہ ہے؛ دنیا میں ایک گروہ سلطنت گر ہے، ایک گروہ سلطنت پذیر۔

اے ملت ایران اگر آپ کی بات آگے بڑھ گئی،، اگر آپ کامیاب ہو گئے، اس موعود مقام پر پہنچ گئے، تو تاریخ کا رخ تبدیل ہو جائے گا۔؛ ولی امر اور ولی عصر (ارواحنالہ الفداء) کے ظہور کا مقدمہ فراہم ہو جائے گا اور دنیا ایک نئے مرحلے میں داخل ہو جائے گی۔ یہ آج تمہارے اور میرے عزم پر منحصر ہے، یہ آج تمہاری اور میری معرفت پر منحصر ہے۔ (امام خامنہ ای، قم کی عوام سے ملاقات میں بیانات ، ۱۹/۱۰/۱۳۹۱، https://khl.ink/f/25275)

رہبر معظم کے یہ بیانات قرآن کی منطق سے قابلِ توجیہ ہیں، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اور اپنے وعدوں کے عملی ہونے کے واقعات بیان کرتے ہوئے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ کیا واقعی مزاحمت کا نتیجہ فتح ہے اور یہ وعدہ پورا ہو گا؟ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ روم آیت ۶۰ میں " فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ لا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لا يُوقِنُونَ "پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ کافروں کے برتاؤ کے مقابلے میں جو حق کو باطل سمجھتے ہیں، مزاحمت کرے؛ کیونکہ اللہ نے فتح کا وعدہ دیا ہے اور خدا کا وعدہ سچا ہے، اور وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔
آیت کی اہمیت یہ ہے کہ سورہ کے آغاز میں، رومیوں کی فتح کا وعدہ دیا اور اپنے وعدے کو پورا کیا اور اب مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتح کا وعدہ دے رہا ہے اور رومیوں کا قصہ سنا کر مسلمانوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

اسی طرح سورہ غافر آیت ۵۵ میں " فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْإِبْكارِ " یہی مزاحمت کا حکم دیتا ہے اور فتح کا وعدہ کہ: اے نبی، اب جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ظالموں کا انجام کہاں تک جائے گا، مشرکوں کے دباؤوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں مزاحمت کریں کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ اسے پورا کرے گا۔
اور جان لو کہ اس مزاحمت سے تم دشمنوں کے نزدیک گناہ گار شمار ہو گے، لہٰذا خدا سے دعا کریں کہ وہ اس مزاحمت اور آپ کی دعوت کے نتائج کو دور کر دے جو انہیں ناگوار گزرے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ ہر شام و صبح اس کی تسبیح بیان کریں۔

خاتمہ

مندرجہ بالا تحریر کے مطابق، مزاحمت کا ایک ایسا مفہوم ہے جو صرف حق کے محاذ پر لاگو ہوتا ہے، اس لیے قرآن کے مفاہیم کی بنیاد پر، باطل کے محاذ کے لیے مزاحمت کا لفظ استعمال کرنا ٹھیک نہیں لگتا۔ لہٰذا اسلامی معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مزاحمت کی حقیقت اور شرائط کو صحیح طور پر پہچان کر، اسے بہتر اور پر عزم طریقے سے انجام دینے کی کوشش کرے اور تمام میدانوں میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ اتحاد و یکسوئی کے ساتھ دشمن کے اثر و رسوخ اور برتری کا راستہ روکے اور اپنے معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے۔

مزاحمت، اور ثابت قدمی، ظلم کے ساتھ ناسازی، اور مادی و معنوی اقدار کو حاصل کرنے کے لیے آمادگی، چاہے انفرادی پہلو میں ہو یا سماجی پہلو میں، کسی معاشرے یا کسی بڑی قوم کی ثقافتی، مذہبی اور تہذیبی شناخت میں معین کردہ مادی و معنوی مقاصد و منزلوں کو پہنچنے کے لیے ہے۔

جب ایسی آمادگی وجود میں آجائے، تو وہ فرد یا معاشرہ "مزاحمت یافتہ" مطلوبہ امن تک پہنچ جاتا ہے اور کوئی اندرونی یا بیرونی عامل اس فرد یا معاشرے کو تباہی و بربادی کی طرف نہیں کھینچ سکتا۔ درحقیقت یہی وہ چیز ہے جو معاشروں اور قوموں کو دوسروں کے مقابلے میں نسبتی استحکام اور پائیداری کا سبب بنتی ہے اور اسی کے ذریعے انسانی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے، طاقتوں کے علمی انحصار طلبی اور مسابقت میں ملک مختلف شعبوں میں ترقی کرتا ہے۔

کتابیات

قرآن مجید

۱. اعرابی، غلامحسین۔(۱۳۹۹ھ ش)۔ مبانی قرآنی و روایی مزاحمت در کلام رہبر۔ فصلنامہ علمی - تخصصی علوم قرآن وحدیث۔

۲. افتخاری، اصغر۔ حکیمی، محمد۔(۱۳۹۹ھ ش)۔ مختصات الگوی مزاحمت اسلامی در منظومہ فکری مقام معظم رہبری دام ظلہ۔ نشریہ پژوھش ھای سیاست اسلامی۔

۳. آل نبی، محسن۔ یوسفی مقدم، محمد صادق۔(۱۴۰۰ھ ش)۔ چالش ھای مزاحمت از منظر قرآن۔ فصلنامہ علمی مطالعات بیداری اسلامی۔

۴. بدرخانی، غلامرضا۔(۱۴۰۰ھ ش)۔ اندیشہ مزاحمت در منظومہ فکری امام خامنہ ای(مدظلہ العالی)۔ انتشارات دفاع سازمان عقیدتی سیاسی وزارت دفاع وپشتیبانی نیروھای مسلح۔

۵. برہان، محمد حسین بن خلف۔(۱۳۸۰ھ ش)۔ فارسی لغت برہان قاطع۔ انتشارات نیما۔

۶. بستانی، فواد افرام۔(۱۳۷۵ھ ش) فرھنگ ابجدی۔ انتشارات اسلامی۔

۷. بہمنی، سعید۔(۱۳۹۹ھ ش)۔ قرآن خواستگاہ عزت و مزاحمت۔ فصلنامہ علمی- تخصصی علوم قران وحدیث۔

۸. حمزہ ای، مہدیس۔ جانجانی، زہرا۔ حمزہ ای، پردیس۔(۱۳۹۹ھ ش)۔ طراحی الگوی مزاحمت۔ فصلنامہ علمی- تخصصی علوم قران وحدیث۔

۹. داددرویش، رضا۔(۱۴۰۰ھ ش)۔ مزاحمت و محور مزاحمت نظریہ و عمل۔ انتشارات ابرار معاصر۔

۱۰. دہخدا، علی اکبر۔(۱۳۸۵-۱۳۹۰)۔ لغت نامہ۔ انتشارات دانشگاہ تہران۔

۱۱. راغب اصفہانی، حسین بن محمد۔(۱۳۷۴ھ ش)۔ مفردات الفاظ قران کریم۔ انتشارات مرتضوی۔

۱۲. زاہدی تیر، اصغ۔ امین ناجی، محمد ہادی۔(۱۳۹۸ھ ش)۔ بررسی مفھوم مزاحمت با رویکرد سماجی در آیات قرآن۔ نشریہ علمی مطالعات تفسیری۔

۱۳. زمخشری، محمود بن عمر۔(۱۳۹۹ھ ش)۔ اساس البلاغہ، بیروت: انتشارات دار صادر۔

۱۴. صلح میرزایی، سعید۔ اندیشہ مزاحمت دربیان رہبر معظم انقلاب۔ انتشارات انقلاب اسلامی، بی تا۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۱۵. فرمی باف، حسین۔ خواجہ پرور، کمال۔ عاصی، ابوالقاسم۔ (۱۳۹۹ ھ ش)۔ ادبیات مزاحمت از منظر قرآن و روایات ۔ مجلہ سیایت دفاعی۔
۱۶. فوزی تویسرکانی، یحیی۔ (۱۳۹۰ھ ش)۔ اندیشہ سیاسی امام خمینی (رہ)۔ دفتر نشر معارف۔
۱۷. قدیمی نژاد، عباس۔ (۱۳۹۹ ھ ش)۔ آموزہ ہائے قرآنی مدیریت مزاحمت"، فصلنامہ علمی- تخصصی مطالعات علوم قرآن۔
۱۸. مہدی پور، آسیہ۔ (۱۳۹۸ھ ش)۔ تبیین مدل مفہومی مزاحمت در اندیشہ آیت اللہ سید علی خامنہ ای۔ فصلنامہ علمی دانش سیاسی۔
۱۹. https://farsi.khamenei.ir